ریاست ٹیکس نہیں عقل سے چلتی ہے

تحریر: سہیل احمد لون

گزشتہ ہفتے مجھے ایک لیٹر موصول ہوا جس کے باہر پتہ لکھنے کے مخصوص انداز سے معلوم ہوا کہ یہ خط جرمنی سے آیا ہے۔لندن آنے سے قبل میں تقریباًبارہ برس جرمنی رہا ہوں اس لیے ہٹلر کے دیس کی بہت سی چیزوں سے بخوبی واقف ہوں۔خط کھولا تو پتہ چلا کہ کچھ دن قبل جرمنی گیا تھا تو موٹروے پر گاڑی کی رفتار مقررہ رفتار سے تجاوز کر گئی تھی جسکے تصویری ثبوت کے ساتھ بیس یورو جرمانہ انکے اکاؤنٹ میں بھیجنے یا اسکے خلاف اپیل کرنے کا حکم صادر فرمایا گیا تھا۔جرمنی میں ویسے موٹروے پر رفتار کی حد مقرر نہیں ہوتی مگر مخصوص مقامات مثلاً سرنگ، آبادی کے شہر کے پاس سے گزرتے ہوئے یا سڑک پر کام ہو رہا ہو تو رفتار کی حد بندی کر دی جاتی ہے۔مجھ سے بیس یورو لینے کے لیے یقیناً دو صفحات پر خط لکھنے اور اسے انگلینڈ پوسٹ کرنے میں ہو سکتا پولیس ڈیپارٹمنٹ کا اتنا خرچہ ہو گیا ہو مگر جرمن قوم نہ پیسہ مارتی ہے نہ مارنے دیتی ہے۔یہی جرمانہ مجھے جرمنی میں رہتے ہوئے آتا تو مجھے خط دیکھ کر غصہ اور تھوڑی پریشانی ضرور ہوتی تھی مگر لندن میں گیارہ برس رہنے کے بعد ٹریفک کے کسی اصول کی خلاف ورزی کرنے کا جرمانہ صرف بیس یورو دیکھ کر جو پہلا لفظ زبان سے نکلا وہ یہ تھا کہ صرف بیس یورو......! کیونکہ ملکہ کے دیس میں تو جرمانہ شروع ہی پچپن پاؤنڈز سے ہوتا ہے جو مقررہ وقت میں ادا نہ ہونے کی صورت میں دوگنا ہو جاتا ہے۔ہمارے علاقے سربٹن میں کنگسٹن یونیوسٹی کے پاس دی کریسنٹ پر 2017ء کے وسط میں بس،ٹیکسی اور موٹر سائیکل کے علاوہ دیگر گاڑیوں کا داخلہ ایک سائن بورڈ لگا کر ممنوع کر دیا۔لندن میں عام طور پر ایسی صورت میں سڑک کا رنگ سرخ کر دیا جاتا ہے جسکا مطلب بس لائن یا بس،ٹیکسی اور موٹر سائیکل کے علاوہ دیگر گاڑیوں کے داخلے پر پابندی ہوتی ہے۔کنگسٹن کونسل کے اس ''جال'' میں بہت سے گاڑیوں والے آئے جس کا اندازہ اس بات سے لگا لیں کہ پہلے سال کنگسٹن کونسل نے صرف اس مقام سے گزرنے والی گاڑیوں کو جرمانے کر کے 4.5 ملین پاؤنڈ کما لیے۔جس کے لیے خرچہ صرف یہ کرنا پڑا تھا کہ ایک کیمرہ اور ایک عدد سائن بورڈ نصب کیا تھا۔میں نے اس کے خلاف ایک Campaign بھی چلائی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سائن بورڈ کا سائز بڑا اور سڑک کے دونوں اطراف میں لگا دیے گئے۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر ایک مقام پر کوئی پابندی لگا کر کیمرہ نصب کر دیا جائے تو سالانہ ملین پاؤنڈ کا ریونیو اکٹھا ہو سکتا ہے تو انگلینڈ بھر میں اس سے کتنا پیسہ بنایا جاتا ہوگا۔اسی طرح انگلینڈ میں گاڑیوں کی پارکنگ کے ذریعے بھی بہت لوکل کونسلز بہت پیسہ بنا رہی ہیں۔RAC فاؤنڈیشن کے مطابق گزشتہ دس برس میں پارکنگ چارجز کے سرپلس میں دوگناہ اضافہ ہوا ہے اور آخری چار برسوں میں اس میں 34فیصد اضافہ ہو چکا ہے۔صرف انگلینڈ کی کونسلز نے ایک سال میں ایک بلین پاؤنڈ پارکنگ چارجز کی مد میں کمائے ہیں۔ڈیپارٹمنٹ فار کیمونٹیز کی وارننگ کے باوجود پارکنگ چارجز میں کوئی کمی دیکھنے کو نہیں ملی بلکہ کئی ہسپتالوں میں اس کا ریٹ مزید بڑھا دیا گیا۔کچھ ہسپتالوں میں معذور افراد کو فری پارکنگ سہولت سے بھی محروم کر دیا گیا۔اسی طرح لندن کے کچھ ہوائی اڈوں پر فری پک اینڈ ڈراپ سروس کی سہولت بھی ختم کر کے وہاں پک اینڈ ڈراپ کرنے پر بھی پیسے لینے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا جس سے ٹیکسی اور کیب چلانے

والے بہت پریشان ہوئے۔لندن کی کونسل Westminsterایک سال میں سب سے زیادہ پارکنگ چارجز کی مد میں کمانے والی کونسل ہے جس نے £72.1 ملین بنائے، اسکے بعد Kensington اور Chelsea ہیں جنہوں نے £36 ملین کمائے، Camden کا سکور £28.3 ملین رہا۔ Brighton اور Hove نے £24 ملین کو ہاتھ لگایا۔ Christchurch, Bournemouth اور Poole نے مشترکہ طور پر £13.7 ملین کمائے جبکہ Bristol نے £12.5 ملین کمائے۔ 2015/2016 کے سالانہ مالی سال میں انگلینڈ کی تمام کونسلو نے تقریباً £744 ملین پارکنگ چارجز کی صورت میں کمایا تھا۔ریسرچ کے مطابق موجودہ مالی سال میں پارکنگ چارجز کی صورت میں اکٹھی ہونے والی آمدنی ایک بلین پاؤنڈ سے تجاوز کر جائے گی۔ڈیپارٹمنٹ فار کیمونٹیز کے مطابق کونسل پارکنگ کو cash cow کے طور پر استعمال کر رہی ہیں۔ جبکہ کونسلز کا موقف یہ ہے کہ وہ ان پیسوں کو پارکنگ سروسز چلانے اور ٹرانسپورٹ پروجیکٹس مکمل کرنے پر خرچ رہے ہیں۔اگر انگلینڈ کی سڑکوں اور ٹریفک کا موازنہ جرمنی سے کریں تو جرمنی کی حالت بہت بہتر ہے، برطانیہ کے دارلحکومت لندن میں آج کے دور میں بھی بے شمار ریلوے کراسنگ پھاٹک والے ہیں جہاں انڈر پاس یا اوور ہیڈ برج بنانے کے لیے شاید شہباز شریف کو میسّر بنانا پڑے گا۔تعجب کی بات یہ ہے کہ جرمنی میں پارکنگ چارجز اور ٹریفک کے قانون کی خلاف ورزی کرنے پر جرمانہ انگلینڈ سے پچیس فیصد کم ہے یا سستا ہے مگر اس کے برعکس انکی سہولتوں کا معیار انگلینڈ سے دوگنا بہتر ہے۔ برطانیہ میں اب انتخابی مہم میں تمام سیاسی جماعتوں کے منشور میں ٹاپ تھری چیزوں میں ایک مشترک چیز ہاؤسنگ ہے کیونکہ تھیچر مارگریٹ کے بعد کسی حکمران نے اس طرف توجہ نہ دی اور اب حالات یہ ہو چکے ہیں کہ انگلینڈ اور خصوصاً لندن میں مکانوں کے کرائے بہت زیادہ ہیں جو کوئی عام بندہ اپنی تنخواہ سے ادا نہیں کر سکتا جس کا مطلب یہ کہ لوکل کونسل کو اس میں حصہ ڈالنا پڑتا ہے۔اس سے مخصوص لینڈ لارڈ مافیا جس میں ایک کثیر تعداد غیر ملکیوں خصوصاً عربیوں کی ہے انکا فائدہ ہوتا ہے۔ جرمنی کا ہاؤسنگ ماڈل اور مکانوں کے کرائے کو ریگولیٹ اور کنٹرول کرنے کی وجہ سے وہ انگلینڈ کی طرح ہاؤسنگ کرائسز کا شکار نہیں ہوئے حالانکہ وہاں گزشتہ ایک دہائی میں مہاجرین کی تعداد انگلینڈ سے زیادہ آئی ہے۔ بریگزٹ کے بعد تو برطانیہ میں معاشی حالات مزید متاثر ہونے کا خدشہ ہے تو کیا یہاں بسنے والے لوگوں پر پارکنگ چارجز کا مزید بوجھ ڈالا جائے گا اور مکانوں کے کرائے مزید بڑھیں گے؟ اگر ٹیکس لینے کی شرح دیکھیں تو جرمنی اور برطانیہ میں کوئی خاص فرق نہیں مگر طبی سہولتوں میں انگلینڈ کا جرمنی کیساتھ تقابلی جائزہ کیا جائے تو یہاں بھی جرمنی کا پلہ بھاری ہے۔ وہاں ہسپتالوں میں نظام اور عملہ دونوں بہتر ہیں۔ایک بات تو ماننی پڑے گی کہ گورے پیسہ اکٹھا کرنے میں ماہر ہیں چاہے وہ ٹیکس کی صورت میں اپنی عوام سے وصولی ہو یا بیرون مما لک سے جگا ٹیکس ۔ یہی صورت حال اپنے دیس میں تھوڑی سی مختلف ہے کہ حکمران عوام سے سب کچھ لیتے ہیں بلکہ نگل جاتے ہیں وہ زلزلے کی امداد ہو یا قرض اتارو ملک سنوارو سکیم مگر ممکن ہے کہ وہ ایک دھیلے کی چوری کا بھی اعتراف کر لیں اور ویسے ہی اُن کے حمایتی جو یہ نہیں سوچتے کہ وہ کس کا ساتھ دے رہے ہیں۔قوموں کا اپنا مزاج اور اپنا اپنا شعور ہوتا ہے جو اُسے ریاست کی طرف سے ملتا ہے جس ملک کا سیاستدان باشعور نہ ہو وہاں ٹیکس دینے والے اور لینے والے ایک جیسے ہوتے ہیں ایک کو ٹیکس لینا نہیں آتا اور دوسرے کو ٹیکس دینے کی عادت نہیں ہوتی سو یہاں اُس عقل کی ضرورت ہوتی ہے جو ریاست چلانے کیلئے ضروری ہوتی ہے لیکن وہ عقل بھی تو ریاست نے ہی پیدا

کرنا ہوتی ہے اور ہم اس حوالے سے خودکفیل ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ ہم سال میں کتنا ٹیکس دیتے ہیں اور نہ ہی یہ پوچھنے کی زحمت کرتے ہیں کہ وہ کہاں خرچ ہوتا ہے۔ عقل ہو تو ٹیکس اکٹھا کیا جا سکتا ہے لیکن عقل نہ ہو تو جمع شدہ ٹیکس بھی ضائع یا بدعنوانی کی نظر ہو جاتا ہے جس کی زندہ مثال ہماری سابقہ حکومتیں ہیں سو ابھی کھیل چل رہا ہے دیکھیں وطن کی فضاؤں کو کب نیا سلام کہا جاتا ہے۔

تحریر: سہیل احمد لون

15-07-2019

sohailloun@gmail.com